مقالہ نمبر ٦

اسباب کے متعلق علمی تحقیق

جناب مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کے ارشادات
اور ان کا علمی و تحقیقی جائزہ قرآن وحدیث کی روشنی میں

قسط نمبر ۱،۲

مرتب

محمد زید مظاہری ندوی، استاذ حدیث وفقہ
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين

محمد وعلىٰ آله وأصحابه اجمعين

مقالہ نمبر ۶

اسباب کے متعلق مولانا سعد صاحب کی تقریروں کے چند اقتباسات

تمام قسم کے اسباب کا انکار کئے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا (قسط اول)

اسباب کے متعلق مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی جو کچھ بیان فرمایا کرتے ہیں وہ ان کی مطبوعہ تقریروں مسمیٰ ''کلمہ کی دعوت'' حصہ اول ودوم، اور ''چھ نمبر کی محنت'' میں موجود ہے، ان کی یہ تقریریں ہزار ہاہزار کی تعداد میں طبع ہوچکی ہیں، جس کو بے شمار لوگ پڑھتے ہیں، بہت سے علمائے محققین کا خیال ہے کہ اسباب کے متعلق مولانا کی بیان کردہ یہ باتیں کتاب وسنت کے خلاف اور مسلک جمہور سے ہٹی ہوئی ہیں، اس مقالہ میں ہم اولاً مولانا کی بیان کردہ باتوں اور ان کی تقریروں کے چند اقتباسات ان ہی کے الفاظ میں حوالہ کے ساتھ نقل کریں گے، جو ریکارڈ بھی ہیں اور مطبوعہ بھی، اس کے بعد قرآن وحدیث کی روشنی میں اس پر تبصرہ کریں گے، جس سے ہر شخص بآسانی یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ مولانا کی بیان کردہ یہ باتیں واقعی کتاب وسنت کے خلاف اور مسلک جمہور سے ہٹی ہوئی ہیں یا نہیں، اور مولانا کے ان بیانات کے ذریعہ امت کو کیسا پیغام پہنچ رہا ہے، اب مولانا کی تقریروں کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے، جو انہوں نے لاکھوں کے مجمع کے سامنے کی ہیں۔

جناب مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی نے (۲۳/اپریل ۲۰۰۰ء) امروہہ (یوپی) کے اجتماع میں اسباب کے تعلق سے فرمایا:

''کلمہ لاالٰہ الااللہ کی دعوت کا مطلب یہ ہے کہ جس زمانہ میں جس قسم کے اسباب، اسباب دو قسم کے ہیں، ایک اسباب وہ ہیں جو اللہ کے بنائے ہوئے ہیں، جس میں کسی مخلوق کا ہاتھ نہیں لگا، ایک اسباب وہ ہیں جس میں مخلوق کا ہاتھ لگا ہے، متحرک اور غیر متحرک دونوں قسم کے اسباب ہیں، کچھ اسباب وہ ہیں جو محض اللہ نے اپنی قدرت سے تن تنہا بنائے ہیں، کچھ اسباب وہ ملیں گے جس میں کسی درجہ میں مخلوق کا ہاتھ لگ رہا ہے، اگر یہ بات ہے کہ ان اسباب کا جو اللہ نے بنائے ہیں آسمان، چانداور سورج، اور وہ اسباب جو اب بنے ہیں یا آئندہ بنیں گے ان سے اس درجہ کا انکار نہیں جس طرح سے بتوں کا ہے، جس درجہ کا انکار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کا کیا ہے، اگر اس درجہ کا انکار تمام اسباب کا نہیں، جو اسباب جدید ہیں یا قدیم ہیں، جو اسباب انسان کے ہاتھوں سے بنے ہیں یا جو اسباب اللہ کی ذات عالی سے بنے ہیں اگر ان سب سے انکار ایک طرح کا نہیں ہے تو خدا کی قسم اس وقت تک ایمان کامل نہیں ہوتا۔'' (کلمہ کی دعوت حصہ دوم ص ۱۸)

مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم نے اپنے مذکورہ بیان میں اسباب کی جتنی قسمیں ہوسکتی ہیں اور جو ان کے خواب وخیال میں آسکتی تھیں، اللہ کے بنائے ہوئے اور مخلوق کے بنائے ہوئے اسباب، متحرک وغیر متحرک، قدیم وجدید تمام قسم کے اسباب کا انکار کئے بغیر اور انکار بھی کیسا؟ جیسے بتوں کا انکار کیا جاتا ہے، جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کا انکار کیا تھا: وَاِذْقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ اِنَّنِىْ بَرَاءٌ مِّمَّاتَعْبُدُوْنَ.

(زخرف پ۲۵) اور وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے بالکل بیزاری اور بے تعلقی ظاہر کردی تھی اور اعلان کرکے کہہ دیا تھا کہ میں بالکل بری اور بیزار ہوں تم سے بھی اور جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو ان سے بھی۔

مولانا فرماتے ہیں اسباب کا انکار اگر اس درجہ کا نہ ہوگا جس درجہ کا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کا کیا تھا، خدا کی قسم اس وقت تک تمہارا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔

اسباب کے تعلق سے مولانا کے اس طرح کے بیانات ایک دو نہیں متعدد ہیں جو لاکھوں کے مجمعوں میں بار بار بیان ہوئے ہیں، ان سب پر مختصر مختصر تبصرہ مولانا کے بیانوں کے اقتباسات کے ساتھ ساتھ ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

ہم یہاں پر اسباب کے متعلق قرآن وحدیث کی واضح تعلیم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طرز عمل، فقہاء و محدثین کی تصریحات، اہل سنت والجماعت کا مسلک اور اکابر علماء کی چند تصریحات نہایت اختصار سے عرض کرنا چاہتے ہیں، ان کی روشنی میں ہر قاری خود فیصلہ کرلے گا کہ مولانا کے مذکورہ بیان کی شرعاً کیا حیثیت ہونی چاہئے۔

حق تعالیٰ کے بنائے ہوئے اسباب

(۱) حق تعالیٰ کے بنائے ہوئے اسباب بے شمار ہیں، مثلاً: شمس وقمر، کواکب ونجوم، زمین وآسمان، برّ وبحر وغیرہ۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اسباب ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے منافع وفوائد اور بہت سے خواص وتاثیرات رکھی ہیں اور قرآن پاک میں جگہ جگہ بطور احسان کے اللہ تعالیٰ نے ان اسباب کے خواص ومنافع کو بیان بھی فرمایا ہے۔ مثلاً: دن ورات اور چاند ایک سبب ہے اس کے فوائد اور اس کی اہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ. (بقرہ)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ وہ چاند آلۂ شناختِ اوقات ہیں لوگوں کے لئے۔

لیل ونہار کے منافع کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ. (بنی اسرائیل) تاکہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کرلو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بنائے ہوئے اسباب زمین، پہاڑ، دھوپ، سایہ وغیرہ کے منافع کا مختلف موقعوں میں ذکر فرمایا ہے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ (فرقان پ۱۹) کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''حق تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے اس دنیا میں پیدا ہونے والی تمام اشیاء کو خاص خاص اسباب کے ساتھ مربوط کردیا ہے کہ جب وہ اسباب موجود ہوتے ہیں تو یہ چیزیں موجود ہوتی ہیں، جب نہیں ہوتے تو یہ چیزیں بھی موجود نہیں رہتیں، اسباب قوی یا زیادہ ہوتے ہیں تو ان کے مسبّبات کا وجود قوی اور زیادہ ہوجاتا ہے وہ کمزور یا کم ہوتے ہیں تو مسبّبات بھی کمزور یا کم ہوجاتے ہیں، غلہ اور گھاس اگانے کا سبب زمین اور پانی اور ہوا کو بنا رکھا ہے، روشنی کا سبب آفتاب ماہتاب کو بنا رکھا ہے، بارش کا سبب بادل اور ہواؤں کو بنا رکھا ہے اور ان اسباب اور ان پر مرتب ہونے والے اثرات میں ایسا مستحکم نظام ہے کہ صدیوں بلکہ ہزاروں سال سے بغیر کسی ادنیٰ فرق کے چل رہے ہیں۔''

(معارف القرآن ص۴۷۰ ج۶ فرقان پ۱۹)

یہ مختصر تذکرہ ہے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اسباب اور ان کے منافع کا جن کو اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے، اللہ کے بنائے ہوئے اسباب سے متعلقہ آیات کو اگر جمع کیا جائے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور ان اسباب کے منافع کا ذکر فرمایا ہے، تو پوری کتاب تیار ہوجائے، قرآن نے جگہ جگہ ان کو بیان فرمایا ہے، ان سب پر یقین رکھنا اور ایمان لانا ضروری ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ مولانا پوری وضاحت سے فرما رہے ہیں کہ جب تک اللہ کے بنائے ہوئے اسباب کا بھی انکار نہیں ہوگا تو ایمان کامل نہ ہوگا، سمجھ میں نہیں آتا کہ مولانا کی اس سے کیا مراد ہے؟ مولانا کیا کہنا چاہتے ہیں؟ مولانا کے قول کی کیا توجیہ اور تاویل کی جائے، ظاہر کلام میں تو مولانا اللہ کے بنائے ہوئے اسباب کا انکار کئے بغیر کمال ایمان کی قسم کھا کر نفی فرما رہے ہیں، اور لاکھوں لوگوں نے مولانا کے فرمان کا ظاہری مطلب بھی یہی سمجھا، یہ تو مختصر بات ہوئی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اسباب کے متعلق۔

بندوں کے بنائے ہوئے اسباب کا انکار

(۲) جہاں تک تعلق ہے بندوں کے بنائے ہوئے اسباب کا خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید مولانا فرمارہے ہیں خدا کی قسم ان سب کا بھی انکار کئے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا، اور یہ بات مولانا نے بغیر کسی قید وتوضیح کے علی الاطلاق فرمائی ہے۔

غور کرنے کی بات ہے بندوں کے بنائے ہوئے یا بندوں سے متعلق اسباب سے کون سے اسباب مراد ہوسکتے ہیں؟ یہی صنعت وحرفت، تجارت و زراعت، ملازمت وحکومت اور علاج ومعالجہ کے اسباب اور تمام جدید ایجادات وآلات وغیرہ، مولانا کے فرمان کے مطابق ان سب کا انکار کئے بغیر بھی ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔

اب ذرا کتاب وسنت کی روشنی میں دیکھنا چاہئے کہ ان اسباب کی جو بندوں کے بنائے ہوئے ہیں یا جن کو بندے اپنے اختیار سے اپناتے ہیں، شرعاً ان کی کیا حیثیت ہے، اختصار سے چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

۱- علامہ ابن قیمؒ نے متعدد احادیث نقل فرمائی ہیں اُس کی روشنی میں اخیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے اسباب اور ان کے مسببات یعنی نتائج اور فوائد کا اثبات ہوتا ہے اور جو لوگ اسباب کا انکار کرتے ہیں ان احادیث سے ان کا رد ہوتا ہے۔

فقدتضمنت هذاالأحاديث اثبات الأسباب والمسببات وابطال قول من أنكرها. (الطب النبوی ص۱۴)

بلکہ علامہ ابن قیمؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اسباب اختیار کئے بغیر توحید یعنی ایمان کامل نہیں ہوگا۔

بل لايتم حقيقة التوحيد الابمباشرة الأسباب. (الطب النبوی ص۱۵)

یہ عجیب تضاد ہے کہ علامہ ابن قیمؒ فرمارہے ہیں کہ اسباب اختیار کئے بغیر توحید اور ایمان کامل نہیں ہوگا اور مولانا محمد سعد صاحب فرمارہے ہیں کہ اسباب کا انکار کئے بغیر ایمان کامل نہ ہوگا۔

۲- حافظ ابن حجرؒ نے بخاری شریف کی روایت **ماانزل اللّٰه داءً الاانزل لهٔ شفاء.** کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ ان ساری روایات سے اسباب کا ثبوت ہوتا ہے اور اس بات کا بھی ثبوت ہوتا ہے کہ اسباب کا اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں۔

وفيهاكلهااثبات الاسباب، وان ذالك لاينافي التوكل على اللّٰه تعالىٰ. (فتح الباری کتاب الطب ج۱۰ ص۱۶۷، باب۱۰)

۳- **صنعت وکاریگری**: ایک سبب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سبب کی تعریف فرمائی ہے، اور بعض نبیوں نے بھی اس سبب کو یعنی صنعت کو اختیار فرمایا ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر کھانا وہ ہے جو آدمی اپنے ہاتھ کے عمل سے یعنی دستکاری کے ذریعہ کھائے اور آگے آپ نے فرمایا: **ان نبی اللّٰه داوٗد عليه السلام كان ياكل من عمل يديه.** کہ حضرت داوٗد علیہ السلام اپنے ہاتھ کے عمل کی کمائی سے کھاتے تھے۔ (رواہ البخاری مشکوٰۃ کتاب البیوع ص۲۴۱)

داوٗد علیہ السلام کی دستکاری کا تذکرہ قرآن پاک میں بھی ہے: **وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِنْ بَأْسِكُمْ.**

(انبیاء پ۱۷)

ترجمہ: اور ہم نے انہیں تمہارے فائدے کے لئے ایک جنگی لباس یعنی زرہ بنانے کی صنعت سکھائی تا کہ وہ تمہیں لڑائی میں زد سے بچائے۔

۴- **ملازمت**: یعنی اجرت لے کر کام کرنا یہ بھی ایک سبب ہے، پیغمبروں نے بھی یہ سبب اختیار کیا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ یا دس برس تک اجرت پر شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرائی ہیں۔ (مسند احمد، ابن ماجہ)

قرآن پاک میں بھی موسیٰ علیہ السلام کے اس سبب کو اختیار کرنے کا تذکرہ ہے:

عَلٰى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ. (پ۲۰ سورۂ قصص آیت ۲۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **آجر موسیٰ نفسه بشبع بطنه وعفة فرجه.** (ابن ماجہ کتاب الرہن حدیث ۲۴۴۴)

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیٹ کی آسودگی اور شرمگاہ کی حفاظت کے خاطر خود اجرت پر کام کیا۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اجرت پر بکریاں چرائی ہیں، چنانچہ بخاری شریف میں ہے: **مابعث اللّٰہ نبیاالارعی الغنم فقال اصحابه وانت؟ فقال نعم کنت ارعاهاعلی قراریط لاهل مکة.** (بخاری شریف کتاب الاجارۃ ج ۱ ص ۳۰۱)

آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں میں اہل مکہ کی چند قیراط پر بکریاں چراتا تھا۔

اسی طرح کبھی آپ نے مستاجر بن کر یعنی اجرت دے کر دوسروں سے بھی کام لیا، **واستاجر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم وابوبکر رجلامن بنی الدّیل هادیاو خرّیتا.** (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۰۱)

۵- **تجارت**: اسباب دنیویہ میں بڑا سبب تجارت ہے، شریعت نے اس سبب کو بھی اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء.** یعنی سچے امانت دار تاجر کا حشر قیامت کے دن انبیاء و صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۲۴۳)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بڑی تعداد تجارت کرتی تھی جن کو سماسرہ کہا جاتا تھا، صحابہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گذرے تو آپ نے ہمارا نام بجائے سماسرہ کے اس سے اچھا نام رکھا آپ نے فرمایا: **یامعشر التجار.** (اے تاجروں کی جماعت) **عن قیس بن ابی غرزة قال کنانسمّی فی عهدرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم السماسرة فمرّبنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فسمانا باسم هو احسن منه فقال یامعشر التجار.** (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۲۴۳)

۶- حضرت نافع رضی اللہ عنہ بڑے درجہ کے تاجر تھے، شام و مصر تک ان کا مال جاتا تھا، انہوں نے اپنے کاروباری سلسلہ میں کچھ تبدیلی کرنا چاہی اور اپنا تجارتی مال عراق بھیجنا چاہا، اس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ لیا، حضرت عائشہؓ نے منع کیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: **اذاسبّب اللّٰہ لاحدکم رزقًامن وجه فلایدعه حتٰی یتغیر له أویتنکر لهٗ.**

(احمد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص ۲۴۳)

اللہ تعالیٰ نے جس کسی کے رزق کو کسی خاص سبب سے جوڑ دیا ہو جس سے اس کو رزق ملتا ہے تو اس سبب کو چھوڑے نہیں الا یہ کہ ناگوار حالات یا ناقابل برداشت خسارہ ہونے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبب تجارت کو اختیار کرنے کی ترغیب بھی فرمائی ہے، اور اس سبب کو چھوڑنے کی ممانعت بھی فرمائی ہے، پھر یہ کہنا کیوں کر درست ہوگا کہ جب تک سبب کا انکار نہ کیا جائے گا ایمان کامل نہ ہوگا۔

۷- **طب و علاج**: اسباب دنیویہ وطبعیہ میں سے ایک اہم سبب علاج ومعالجہ یعنی امراض جسمانیہ کا دواؤں کے ذریعہ علاج کرنا بھی ہے، یہ بھی ایک ایسا سبب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نہ صرف اجازت بلکہ ترغیب اور بعض موقعوں پر تاکید بھی فرمائی ہے اور خود بھی اس سبب کو اختیار فرمایا ہے، چند حدیثیں ملاحظہ ہوں:

۱- مسند احمد کی روایت میں ہے بعض صحابہ نے عرض کیا: کیا ہم دواؤں کے ذریعہ علاج کیا کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں علاج کرو، اللہ تعالیٰ نے کوئی مرض ایسا نہیں پیدا کیا جس کی دوا نہ اتاری ہو۔

فقالوا یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم أنتداوی؟فقال نعم یاعباد اللّٰہ تداووا فان اللّٰہ عزوجلّ لم یضع داء الّاوضع له شفاء. (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۳۸۸، مسند احمد، الطب النبوی ص ۱۳)

۲- خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علاج کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے معالج کو اس کی اجرت (فیس) دے کر علاج کرایا، چنانچہ

ابوطیبہ صحابی رضی اللہ عنہ سے آپ کا پچھنا لگوانا اور اجرت میں دوصاع غلہ دینا حدیث پاک میں آیا ہے۔

احتجم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حجمۂ ابو طیبۃ فامر لہٗ بصاعین من طعام.

(مسلم شریف کتاب المساقات باب حل اجرۃ الحجامۃ، فتح الملہم ج ۷/ص ۵۱۰)

۳- حضرت ابی بن کعبؓ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طبیب (ڈاکٹر) کو علاج کے لئے ان کے پاس بھیجا۔

بعث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی ابیّ بن کعب طبیباًفقطع منہ عرقاثم کواہ علیہ. (رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۷)

۴- بعض موقعوں پر دو معالج یعنی دو ڈاکٹر موجود تھے، آپ نے فرمایا ایکما اطبّ. یعنی تم میں زیادہ ماہر کون ڈاکٹر ہے؟ ماہر ڈاکٹر سے علاج کرانے کی آپ نے ترغیب فرمائی۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لھماأیّکماأطبّ؟فقالاأوفی الطبّ خیراًیارسول اللّٰہ؟فزعم زیدأن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال:أنزل الدواء الذی انزل الادواء. (مؤطا مالک کتاب العین باب تعالج المریض ص ۸۴۰، حدیث ۱۲)

بعض موقعوں پر آپ نے صحابہ کو غیر مسلم ڈاکٹر تک سے علاج کرنے کی ہدایت فرمائی ہے، چنانچہ ابوداؤد شریف میں حضرت سعدؓ کی روایت ہے کہ ان کو دل کی کوئی سخت بیماری ہوگئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عیادت کی، ان کے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھا، اور فرمایا کہ تم کو دل کی بیماری ہے تم ثقیف کے بھائی حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ، وہ معالج ہیں، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ وہ غیر مسلم تھے، اس حدیث سے غیر مسلم ڈاکٹر سے بھی علاج کرانے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

عن سعدقال مرضت مرضا أتانی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال انک رجل مفؤدٌ ائت الحارث بن کلدۃ أخاثقیف فانہ رجل یتطبّب قال ابن ابی حاتم لایصح اسلامہ وھذالحدیث یدل علی جواز الاستعانۃ باھل الذمۃ فی الطب. (بذل المجہود ج ۵/ص ۵/ باب فی تمرۃ العجوۃ)

دس بیس نہیں بہت سی احادیث مبارکہ سے اس سبب یعنی دواؤں کے ذریعہ علاج کرنے کا ثبوت ہوتا ہے، پھر یہ کیوں کر کہا جاسکتا ہے جیسا کہ مولانا سعد صاحب نے فرمایا اللہ کے بنائے ہوئے اسباب ہوں یا بندوں کے، قدیم ہوں یا جدید، متحرک ہوں یا غیر متحرک جب تک تمام قسم کے اسباب کا انکار اس طرح نہ کردیا جائے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کا انکار کیا قسم خدا کی اس وقت تک ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ اناللّٰہ واناالیہ راجعون.

نہ معلوم مولانا ان حدیثوں کے خلاف کون سا پیغام امت کو دینا چاہتے ہیں اور کون سا ایمان امت کا بنانا چاہتے ہیں۔

۷- **امارت وحکومت**: اسباب دنیویہ اور مادی طاقتوں میں ایک بڑا سبب امارت وحکومت اور قتال وجہاد بھی ہے، یہ سبب بھی ایسا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نظر انداز نہیں فرمایا بلکہ اس کے متعلق ضروری ہدایات وآداب ارشاد فرمائے ہیں۔

(ا) حق تعالیٰ نے بھی اس نوع کے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَااسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّۃٍ. (انفال پ۱۰)

اورارشاد ہے: یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَکُمْ. (نساء پ۵)

دونوں آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ دشمن سے مقابلہ کی تیاری کرو، اس کے مناسب آلات وہتھیار رکھو، دشمنوں سے حفاظت کے لئے ہتھیاروں سے لیس رہو۔

یامر اللّٰہ تعالیٰ عبادہ المؤمنین بأخذالحذرمن عدوّھم، وھذایستلزم التأھب لھم باعداد الأسلحۃ والعدد.

(ابن کثیر ج ۱/ص ۶۸۵، نساء پ۵)

المراد بالحذر ھھنا السلاح، والمعنٰی خذوا سلاحکم والسلاح یسمی حذرا. (تفسیر کبیر للرازی ج۱ص۱۷۶)

(۲) جہاد کے باب میں خود آپ نے اس نوع کے اسباب اختیار کرنے کی ترغیب دی اور منبر پر بیٹھ کر اعلان فرمایا:

وأعدّوا لھم مااستطعتم من قوۃ،ألاان القوۃ الرمی الخ. (رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف ص۳۳۶)

دشمن سے مقابلہ کی قوت حاصل کرو، اوراس کی تیاری کرو، کان کھول کرسن لو، طاقت تو تیراندازی میں ہے۔ (یہ جملہ آپ نے تین بار فرمایا، اس زمانہ میں تیراندازی بھی ہتھیار تھا)

(۳) ایک موقع پر فرمایا **ارموا بنی اسماعیل فان أباکم رامیاً.** (مشکوٰۃ شریف ص۳۳۶)

بنواسماعیل تیراندازی سیکھو کیونکہ تمہارے باپ اسماعیل تیرانداز تھے۔ ایک موقع پر فرمایا:

من علم الرمی ثم ترکہٗ فلیس منّا. جوتیراندازی جانتا تھا پھراس کوچھوڑ دیا اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص۳۳۶)

(۴) اس زمانہ میں گھوڑوں کے ذریعہ جہاد ہوتا تھا، آپ نے فرمایا:

ارتبطوا الخیل وامسحوا بنواصیھا وأعجازھا (مشکوٰۃ شریف ۳۳۷)

گھوڑوں کو باندھو ان کی پیشانی اور سرین پر ہاتھ پھیرو۔

(۵) حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد کے موقع پر (جسمانی حفاظت کے لئے) دوذرع پہنے ہوئے تھے، ایک کے اوپر ایک (تاکہ اس پر تلوار وغیرہ اثرانداز نہ ہوسکے)

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان علیہ یوم أحد درعان قد ظاھر بینھما. (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف ج۲ص۳۳۸)

(۶) ضرورت کے موقع پر آپ نے صحابہ کوامارت وتولیت کی ذمہ داری بھی سپرد کی۔ چنانچہ بعض صحابہ کوآپ نے بعض صوبوں اور ملکوں کا امیر وگورنر بنا کر بھیجا، حضرت معاذ بن جبلؓ کویمن کا امیر بنا کر بھیجا اور امیر بنانے سے پہلے ان کی علمی لیاقت کا امتحان بھی لیا کہ جب تمہارے سامنے کوئی قضیہ آئے گا تو فیصلہ کیسے کروگے؟ انہوں نے کہا: **اقضی بکتاب اللّٰہ الخ** (ترمذی، مشکوٰۃ ص۳۲۴)

اسباب دنیویہ کا وہ شعبہ جس کا تعلق خاص طور پر مادی اور ظاہری اسباب سے ہے یعنی قتال وجہاد، امارت وحکومت اس سے متعلقہ اسباب کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا اوراس کی ترغیب بھی دی، کارروائی بھی فرمائی، احکام وآداب بھی بیان کئے، اس لئے اس سبب کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

الغرض اسباب کی مختلف قسموں میں آپ کوئی بھی قسم لے لیجئے سب کا ثبوت اوراس کی اصل آپ کوقرآن وحدیث میں ملے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اسباب کواختیار فرمایا ہے اور صحابہ کوبھی اس کی ترغیب دی ہے پھر یہ کہنا کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے کہ اسباب کا انکار کئے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا، بلکہ یہ بات تو کتاب وسنت اور مندرجہ بالا احادیث کے نیز صحابہ کرامؓ کی سیرت وجمہور اہل سنت والجماعت کے مسلک کے بھی بالکل خلاف ہے۔

اسباب کے متعلق جمہور اہل سنت والجماعت کا مسلک

فقہاء ومحدثین اور جمہور علماء اہل سنت والجماعت نے خلاصہ کے طور پر قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائی ہے کہ:

اسباب کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں۔ اسباب قطعیہ، اسباب ظنّیہ، اسباب وہمیہ۔

اسباب قطعیہ ان اسباب کوکہا جاتا ہے جن پراس کا نتیجہ اور فائدہ مرتب ہونا یقینی ہوجیسے کھانا کھانے سے پیٹ بھرنا، پانی پینے سے پیاس کا بجھنا وغیرذٰلک۔

اسباب ظنّیہ ان اسباب کو کہتے ہیں جن پر نفع ونتیجہ کا مرتب ہونا اس درجہ یقینی نہ ہو بلکہ مظنون ہو یعنی فائدہ ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہوسکتا، دونوں احتمال ہیں جیسے علاج معالجہ، دوا۔

اسباب وہمیہ ان اسباب کو کہتے ہیں جن پر نفع کے مرتب ہونے کا اس درجہ بھی یقین نہ ہو بلکہ موہوم ہو۔

ہمارے فقہاء ومحدثین نے فیصلہ یہ تحریر فرمایا ہے کہ بندہ پر اسباب قطعیہ کا اختیار کرنا ضروری اور فرض ہے، اسباب قطعیہ اختیار نہ کرنے کی وجہ سے اگر مر جائے گا تو حرام موت مرے گا اور دوزخ میں جائے گا۔

اور دوسری قسم اسباب ظنیہ کا حکم یہ ہے کہ اس کا اختیار کرنا واجب اور فرض تو نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اس سبب کو بھی اختیار کرنا چاہئے، ایسے اسباب کو نہ اختیار کرنے والا سنت کے خلاف کرنے والا ہوگا۔ بعض حالات میں جب کہ ہلاکت کا خطرہ ہو تو یہ بھی واجب کے حکم میں ہوجاتا ہے۔

تیسری قسم اسباب وہمیہ ہے یعنی رقیہ، تعویذ، جھاڑ پھونک یہ بھی جائز ہے جب کہ اس کے جواز کے شرائط پائے جائیں لیکن اس کا ترک افضل واولیٰ ہے۔ الا یہ کہ وہ مأ ثور ہوں تو اس کا کرنا ہی افضل ہوگا۔

یہ خلاصہ ہے تمام فقہاء ومحدثین کی عبارات کا۔ فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ بزازیہ، احیاء العلوم، بوادر النوادر وغیرہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

اعلم ان الاسباب المزيلة للضرر تنقسم الى مقطوع به كالماء المزيل لضرر العطش، والخبز المزيل لضرر الجوع، والى مظنون كالفصد والحجامة وشرب المسهل وسائر ابواب الطب وهى الاسباب الظاهرة فى الطب، والى موهوم كالكى والرقية ...... اماالمقطوع به فليس تركه من التوكل بل تركه حرام عندخوف الموت. الخ. (فتاویٰ عالمگیری ج ۵/ص ۳۵۵)

مذکورہ بالا تفصیلات اور گذشتہ احادیث اور فقہاء کی واضح تصریحات سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ شریعت میں اسباب کا کیا درجہ ہے، اسباب کے بعض انواع کا اختیار کرنا تو واجب اور فرض ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب کو اختیار فرمایا ہے اور امت کو بھی اس کی ہدایت دی ہے، اس لئے علی الاطلاق اسباب کا انکار کرنا گویا قرآن وحدیث کا انکار کرنا ہے، یہ بہت بڑی غلطی ہے اسباب کا اختیار کرنا تو عین شریعت اور عین دین وایمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

یہ کہنا کہ تمام قسم کے اسباب خواہ وہ اللہ کے بنائے ہوئے ہوں یا بندوں کے بنائے ہوئے، قدیم جدید، متحرک غیر متحرک تمام قسم کے اسباب کا انکار کئے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا، یہ بات قطعی طور پر قرآن وحدیث کے خلاف اور سو فیصد غلط ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ لاکھوں کے مجمع میں اللہ کے بندوں کو جو یہ غلط پیغام پہنچ چکا اس کی تلافی اور تدارک کیسے کیا جائے؟ اور آئندہ کے لئے اس کا سدّ باب کیسے ہو، جب کہ اس نوع کے بیانات کی طباعت اور نشر واشاعت مسلسل ہو رہی ہے اور اللہ کے بندے ایسی کتابوں اور ایسے بیانات سے متاثر بھی ہو رہے ہیں، اس کی ذمہ داری دوسرے علماء کے علاوہ خود مولانا پر بھی عائد ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے، ایسی غلطی اور ایسے فہم اور ایسے بیانات سے امت کی حفاظت فرمائے۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

محمد زید مظاہری ندوی
استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲/محرم ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين

محمد وعلىٰ آله وأصحابه اجمعين

اسباب کے متعلق مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کی تقریروں کے چند اقتباسات

قسط نمبر 2

انبیاء علیہم السلام امت کو اسباب کے راستے پر ڈال کر نہیں گئے

ایمان کی حقیقت ظاہر کے خلاف بولے اور سوچے بغیر نہیں آسکتی

مولانا محمد سعد صاحب ارشاد فرماتے ہیں :

(۱) انبیاء علیہم السلام امت کو اسباب کے راستہ پر ڈال کر نہیں گئے بلکہ انبیاء علیہم السلام نے اللہ کے خزانوں سے براہ راست لینے والے راستے بتلائے ہیں۔ (چھ نمبر کی محنت ص ۱۶)

(۲) میرے دوستو! محسوس یہ ہو رہا ہے کہ خود چار مہینے لگانے والے، چلّے لگانے والے، پابندی سے سہ روزہ لگانے والے یہ بھی یوں کہتے ہیں کہ اسباب کی دنیا ہے، سبب اختیار کرو، حضور ﷺ کے پاس جب کوئی اپنی حاجت یا اپنا کوئی اور مسئلہ لے کر آتا کہ جیسے پیٹ میں درد ہے تو آپ نے کہا جا نماز ادا کر، کہ فاقہ آ گیا تو جا سورہ واقعہ پڑھ، میرے دوستو! مجھے بتاؤ تو سہی کہ کہاں حضور ﷺ نے ان کو اسباب بتلائے ہیں۔

(چھ نمبر کی محنت ص ۳۷)

اسبابوں میں اللہ کے خزانوں سے فائدہ اٹھانے سے محروم کر دیا ہے

(۳) اس وقت ہمارے اور ہمارے رب کے درمیان جتنے اسبابوں کے واسطے ہیں جبرئیل تو دور کی بات ہے ان اسبابوں کے واسطوں نے ہمیں براہ راست اللہ کے خزانوں سے فائدہ اٹھانے سے محروم کیا ہوا ہے کہ براہ راست اللہ رب العزت کی ذات عالی سے فائدہ کب اٹھایا جا سکتا ہے؟ کہ جب ایمان کی حقیقت ہوگی، یہ ایمان کی حقیقت کہاں سے آئے گی؟ یہ ایمان کی حقیقت آئے گی ظاہر کے خلاف بولنے سے، ظاہر کے خلاف سوچنے سے، ظاہر کے خلاف سننے سے اور ظاہر کے خلاف چلنے سے، جب تک میرے دوستو! امت کے اندر یہ باتیں عام نہ ہوں گی اس وقت تک خدا کی قسم ایمان کی حقیقت کے ملنے کی ابتدا بھی نہ ہوگی۔ (چھ نمبر کی محنت ص ۱۷)

(۴) ''اللہ کے کرنے کے ضابطے اسباب نہیں ہیں اللہ کے کرنے کے ضابطے احکامات ہیں کیوں کہ اللہ کی قدرت احکام کے ساتھ ہے، اسباب کے ساتھ نہیں ہے اور اصل کامیابی قدرت کا ساتھ ہونا ہے، اسباب کا ساتھ ہونا قدرت کا ساتھ ہونا نہیں کہلاتا۔ (چھ نمبر کی محنت ص ۲۷)

اسباب کامل جانا وبال ہے

(۵) اسباب کامل جانا وبال ہے، اور اعمال کامل جانا انعام ہے، اللہ رب العزت اسباب دے کر پریشان کریں گے، دکان دے کر کمزور کریں گے، دوستو اسباب اوندھا برتن ہے اور اعمال سیدھا برتن ہے۔ (چھ نمبر کی محنت ص ۲۸)

(۶) اللہ رب العزت کی قدرت سے براہ راست فائدے حاصل کرنے کے لئے نماز کا امر دیا گیا ہے، نماز یقینی سبب ہے، دکان غیر یقینی سبب ہے، غیر یقینی سبب سے جو تم چاہو وہ نہ ہوگا، نماز کے امر سے جو تم چاہو گے اللہ رب العزت وہ کر دیں گے۔ (چھ نمبر کی محنت ص ۳۲)

مولانا سعد صاحب کی بیان کردہ باتوں کا علمی و تحقیقی جائزہ

قرآن وحدیث کی روشنی میں

مولانا محترم نے اسباب کے متعلق جو کچھ بیان کیا ان کی کی یہ باتیں قرآن وحدیث کے خلاف اور مسلک جمہور اہل سنت والجماعت سے ہٹی ہوئی معلوم ہوتی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام امت کو اسباب کے راستہ پر ڈال کر نہیں گئے، اور ظاہر کے خلاف بولے، سنے، چلے بغیر ایمان کی حقیقت نصیب نہیں ہوسکتی، ان اسبابوں نے براہ راست اللہ کے خزانوں سے فائدہ اٹھانے سے محروم کر دیا، کیونکہ قرآن وحدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام اور ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی امت کو اسباب سے ہٹا کر نہیں بلکہ اسباب کے راستہ پر ڈال کر گئے ہیں، البتہ اسباب کے صحیح اور جائز طریقے اختیار کرنے کی ہدایت کی اور اس کے احکام وآداب بھی بتلائے۔

(۱) مثال کے طور پر حضرت شعیب علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر ہیں ان کی قوم پوری طرح اور بری طرح اسباب دنیویہ میں منہمک تھی، حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو ان کے دنیوی مشاغل سے اور اسباب دنیویہ سے منع نہیں فرمایا، اس راستہ سے ہٹایا نہیں بلکہ ان اسباب کے اختیار کرنے میں وہ جو غلطیاں کرتے تھے ان کی اصلاح فرمادی، مثلاً شعیب علیہ السلام کی قوم تجارت کرنے میں تطفیف یعنی ناپ تول میں کمی کرتی تھی، شعیب علیہ السلام نے ان کو اس سبب سے ہٹایا نہیں بلکہ ایفاء کیل یعنی ناپ تول اور وزن میں پورا پورا تولنے اور انصاف پر قائم رکھنے کا حکم دیا، چنانچہ قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے ان کے قصہ میں نقل فرمایا ہے:

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ. (سورہ ھود پ۱۲) کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: **یأمرهم بالعبادة وحدهٗ لاشریک لهٗ وینهاهم عن التطفیف فی المکیال والمیزان، ینهاهم أولاً عن نقص المکیال والمیزان اذا أعطوا الناس، ثم أمرهم بوفاء الکیل والوزن بالقسط، آخذین و معطین.**

(ابن کثیر ج ۲، ص ۵۹۳، سورۃ ہود پ۱۲)

دیکھئے! یہاں پر حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو دنیوی اسباب سے روکا نہیں، ہٹایا نہیں، بلکہ اسی راستہ پر ڈال کر گئے البتہ اس سبب کے اختیار کرنے میں وہ جو غلطیاں اور کوتاہیاں کرتے تھے یعنی ناپ وتول میں کمی کرنا بس اس سے منع فرمادیا۔

(۲) اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی نے اپنی امت کو اسباب سے ہٹایا نہیں، روکا نہیں، البتہ اصلاح فرمائی ہے، خود قرآن پاک میں بھی اسباب سے روکا نہیں گیا، بلکہ اسی راستہ پر جمے رہنے والوں کی تعریف فرمائی ہے جو اسباب کو اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کے ذکر اور اقامت صلوٰۃ سے غافل نہیں ہوتے، چنانچہ حق تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی تعریف میں ارشاد فرماتا ہے:

رِجَالٌ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ (پ۱۸، نور)

ترجمہ: ایسے لوگ (قابل تعریف ہیں) جنہیں کوئی تجارت یا کوئی خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے نہ نماز قائم کرنے سے روکتی ہے۔

(۳) خود جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے کہ آپ اپنی امت کو اسباب کے راستہ پر ڈال کر گئے، آپ نے بھی اپنی امت کو اسباب سے ہٹایا نہیں البتہ اس کے احکام وآداب اور کچھ ہدایات فرمائی ہیں، چنانچہ صحابہ کرام کی بڑی تعداد تجارت کے سبب کو اختیار کیے ہوئے تھی۔ آپ ان کے پاس سے گذرے اور یہ ہدایت فرمائی:

یا معشر التجار انّ الشیطان والاثم یحضران البیع فشوبوا بیعکم بالصدقة. (ترمذی شریف ابواب البیوع باب۴)

اے تاجروں کی جماعت! بیشک بیع اور خرید وفروخت میں شیطان حاضر رہتا ہے اور گناہ کے مواقع بھی ہوتے ہیں لہٰذا اپنی تجارت اور خرید

وفروخت میں صدقہ کو بھی شامل کرلو یعنی صدقہ کیا کرو (تاکہ گناہوں کی تلافی ہوتی رہے)

(۴) دوسرے موقع پر آپ نے اصحاب کیل ووزن یعنی تجارت کرنے والوں سے فرمایا کہ تم دو چیزوں کے یعنی ناپ اورتول کے ذمہ دار اور امین سمجھے گئے ہو، گذشتہ قومیں اس میں کوتاہی کی بنا پر ہلاک کردی گئی ہیں۔ یعنی تم ایسی غلطی نہ کرنا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لأصحاب الكيل والوزن إنّكم قدوليتم أمرين هلكت فيه الأمم السابقة قبلكم. (ترمذی ابواب البیوع باب ۹)

ان دونوں حدیثوں میں غور کیجئے! صحابہ کرام جو بڑے پیمانہ پر تجارت کرتے تھے آپ نے ان کو اس سبب کے اختیار کرنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کو برقرار رکھا البتہ ناپ وتول میں انصاف کی اور صدقہ کرنے کی ہدایت فرمائی، پھر کیوں کر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امت کو اسباب پر ڈال کر نہیں گئے، یہ بات تو حدیث پاک کے قطعاً خلاف ہے، اور نعوذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتہام والزام ہے۔

(۵) ایک حدیث پاک اور ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی ضرورت کا کچھ سوال کیا، آپ نے ان سے فرمایا کیا تمہارے گھر میں کچھ بھی نہیں؟ عرض کیا کیوں نہیں ایک ٹاٹ (ترپال) ہے جس کو اوڑھتے اور بچھاتے ہیں اور ایک پیالہ ہے اس میں پانی پیتے ہیں، آپ نے فرمایا دونوں کو لے کر آؤ، صحابی لے کر آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو نیلامی یعنی بولی لگا کر بیچا، ایک صحابی نے دو درہم میں خرید لیا، آپ نے دونوں درہم لے کر ان صحابی کو دیئے اور فرمایا ایک درہم سے گھر کے لئے غلہ لے لو اور دوسرے درہم سے کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ، چنانچہ ان صحابی نے ایسا ہی کیا، اور کلہاڑی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے کلہاڑی کو لے کر اپنے ہاتھ سے اس میں بیٹ (دستہ) لگا دیا اور کلہاڑی ان کے حوالہ کرکے فرمایا کہ جاؤ لکڑی کاٹو اور بیچو، اور پندرہ دن تک مجھے شکل نہ دکھانا، چنانچہ وہ صحابی لکڑیاں کاٹتے اور بیچتے تھے، اس طرح انہوں نے دس درہم جمع کر لئے اور اس سے کپڑے اور غلہ وغیرہ خریدا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے لئے ذلت آمیز سوال کرنے سے بہتر ہے، روایت کے مختصر الفاظ یہ ہیں:

فاتاه به فشدّ فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم عوداً بيده، ثم قال اذهب فاحتطب وبع ولا أرينّك خمسة عشر يوماً. (ابوداؤد شریف کتاب الزکوۃ باب کم یعطی الرجل الواحد من الزکوۃ، بذل المجہود، ج ۳، ص ۴۶)

اس روایت میں غور کیجئے کہ محتاج اور مفلس صحابی کو آپ نے ضرورت واحتیاج کے وقت محض توکل اختیار کرنے اور مسجد کے کونے میں بیٹھ کر دعا کرنے کی اور براہ راست اللہ کے خزانہ سے لینے کی بات نہیں فرمائی بلکہ اسباب سے بھری دنیا میں اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا۔

کیا اس کے بعد بھی یہ کہنے کی گنجائش باقی رہتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امت کو اسباب کے راستہ پر ڈال کر نہیں گئے؟

(۶) صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت تجارت کی غرض سے لمبے اسفار کیا کرتی تھی، بعض صحابہؓ کو آپ نے ایک طریقہ بتلایا کہ اس کے ذریعہ تم اپنے تمام ساتھیوں میں سب سے زیادہ کامیاب اور بامراد واپس ہوگے، غنی اور زیادہ مال والے بن جاؤ گے۔

چنانچہ علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں سعید بن جبیرؓ کی روایت نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جب سفر میں جاؤ تو وہاں تم اپنے سب رفقاء سے زیادہ خوشحال اور بامراد واپس ہو اور تمہارا سامان زیادہ ہو جائے؟ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ! بیشک میں ایسا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ آخر قرآن کی پانچ سورتیں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ سے آخر تک پڑھا کرو، روایت کے مختصر الفاظ یہ ہیں:

اتحبّ يا جبير اذا خرجت في سفرٍ ...... الى ان قال...... قال جبيرٌ وكنت غنياً كثير المال.

(مجمع الزوائد، باب ما تحصل به البركة في الزاد، ج ۱۰، ص ۱۳۴، قرطبی ج ۲۰، ص ۱۶۷، مظہری ج ۱۰، ص ۳۵۵، معارف القرآن ج ۸، ص ۸۳۲)

بطور نمونے کے صرف چند حدیثیں ذکر کی گئی ہیں انھیں حدیثوں میں غور کرنے سے ہر عقل مند آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ شریعت میں اسباب کی کتنی اہمیت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اسباب سے جوڑا ہے، اسباب سے کاٹا نہیں۔

نہ معلوم حضرت مولانا سعد صاحب یہ بات کیسے فرمارہے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام امت کو اسباب کے راستہ پر ڈال کر نہیں گئے، اور جب تک ظاہر کے خلاف بولنے، سننے، چلنے کی محنت نہ ہوگی اس وقت تک قسم خدا کی ایمان کی حقیقت ملنے کی ابتداء بھی نہ ہوگی، ظاہر کے خلاف بولنے، سوچنے، سننے، چلنے سے مولانا امت کو کیا سکھانا چاہتے ہیں اور امت میں کون سے ایمان کی حقیقت پیدا کرنا چاہتے ہیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جس ایمان ویقین اور توکل کی دعوت دی ہے اس میں اسباب کا اختیار کرنا بھی ہے، ظاہر پر عمل کرنا بھی ہے ظاہر کے مطابق حکم لگانا بھی ہے، شریعت نے امت کو ظاہر ہی کا مکلّف بنایا ہے، ظاہر کے خلاف اگر کسی واقعہ کا صدور ہوگا وہ کرامت ہوگی جو غیر اختیاری ہوتی ہے، اور غیر اختیاری امور کا شریعت نے مکلّف نہیں بنایا، مکلّف ہم اختیاری امور ہی کے ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ مولانا کے ان بیانات کا جو ان حدیثوں کے خلاف ہیں، ان کا کیا حاصل، امت ان بیانات اور بیانات پر مشتمل رسائل کو پڑھ کر کس قدر بے راہ روی اور بے اعتدالی کا شکار ہورہی ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، اور تلافی کی کوئی صورت پیدا فرمائے۔

مولانا سعد صاحب کی تقریر کا ایک اور اقتباس

یہ بات ہرگز نہیں کہ دنیا دارالاسباب ہے، اس لئے دکان وتجارت بھی ضروری ہے

مولانا نے ارشاد فرمایا:

''یہی بات چل رہی ہے پورے عالم میں، ہاں ہمارے ساتھی جو دعوت الی اللہ کی محنت میں لگے ہوئے ہیں تو وہ بھی یہی بات چلا رہے ہیں، مجھے تو تعجب ہوتا ہے جب ہمارا ساتھی یوں کہتا ہے:

بھائی دنیا دارالاسباب ہے اس لئے دکان ضروری ہے یا تجارت اور زراعت ضروری ہے، اس کو کر کے اللہ سے کہو وہ اس سبب میں کامیابی ڈال دیں گے کہ انسان کو اللہ نے اسباب کا مکلّف کیا ہے اور کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے پر ہرگز یہ بات نہیں ہے'' (کلمہ کی دعوت ص ۱۸، حصہ اول)

تحقیق وتبصرہ

نہایت قابل غور اور باعث تشویش بات ہے کہ مولانا دعوت وتبلیغ سے منسلک تمام ان پرانے ساتھیوں پر سخت تعجب اور نکیر فرمارہے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ دنیا دارالاسباب ہے اس لئے دکان، تجارت، زراعت وغیرہ ضروری ہے ان اسباب کو اختیار کرنے کا اللہ نے بندوں کو مکلّف بنایا ہے، تعجب اور نکیر کے بعد پوری قوت سے مولانا فرمارہے ہیں کہ ''پر ہرگز یہ بات نہیں۔'' نہ معلوم اس نوع کے بیانات اور ایسی خلاف شرع اور غلو آمیز باتوں سے مولانا دعوت وتبلیغ کے کام کو کس رخ پر لے جانا چاہتے ہیں اور دعوت وتبلیغ سے لگے ہوئے حضرات کا کیا ذہن اور کون سا ایمان و یقین بنانا چاہتے ہیں۔

شرعی نقطۂ نظر سے قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو مولانا کی یہ ساری باتیں سو فیصد غلط اور قطعی طور پر باطل ہیں، جس کے دلائل ماقبل میں گذر چکے، غور کیجئے! کیا دنیا دارالاسباب نہیں ہے؟ کیا شریعت نے اسباب اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان: **كسب الحلال فريضة بعد الفريضة.** (رواہ البیہقی مشکوۃ ۲۴۲) کہ حلال روزی طلب کرنا بھی فرض ہے) کیا آپ کا یہ فرمان برحق نہیں ہے؟ اور کیا اللہ کے نبی نے اپنے امتیوں کو اس کا مکلّف نہیں بنایا؟ پھر حلال روزی طلب کرنے میں تجارت، زراعت وغیرہ اسباب اختیار کرنا کیوں غلط ہوجائے گا؟

اسباب اختیار کرنا تو واقعی ضروری اور فرض ہے، حدیث تابیر نخل کے تحت حضرت ملّا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں کلام کرتے ہوئے اخیر میں تحریر فرمایا ہے ''دائرة الاسباب لا بدّمن مراعاتها'' (مرقاۃ ج ا ص ۳۴۶، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

کہ اسباب کی رعایت کرنا اور اس کا لحاظ کرنا ضروری ہے، علامہ ابن قیمؒ کی عبارت ماقبل میں گذر چکی ہے کہ اسباب اختیار کیے بغیر توحید اور ایمان کامل نہ ہوگا، اسباب قطعیہ کے اختیار کرنے کو فقہاء فرض فرماتے ہیں، شریعت نے بندوں کو اسباب اختیار کرنے ہی کا مکلّف بنایا ہے، اسباب بندہ اختیار کرتا ہے کامیابی اللہ دیتا ہے یہ بات تو عین قرآن وحدیث کے مطابق ہے پھر مولانا آخر کیسے فرمارہے ہیں ''پر ہرگز یہ بات نہیں''

حضرت مولانا محمد الیاسؒ اپنے ملفوظات میں ارشاد فرماتے ہیں:

دنیاوی کاموں کے اسباب ہیں کہ اولاد کی ضرورت ہے تو اس کے اسباب اختیار کرو اور پھر دعاء کرو، اسباب پر بھروسہ مت کرو۔

(ارشادات ومکتوبات مولانا محمد الیاس صاحب ص ۲۰)

مولانا سعد صاحب نے جو کچھ فرمایا اور دعوت کے ساتھیوں کا جو ذہن بنایا وہ قرآن وحدیث کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا محمد الیاسؒ کے مذکورہ ارشاد کے بھی تو خلاف ہے۔ مولانا کے اس غلو آمیز اور قرآن وحدیث کے خلاف اس نوع کے بیانات سے امت کو زبردست دینی نقصان پہنچا اور غلط ترجمانی ہوئی۔ مختلف شہروں کے باشندوں کے متعلق لوگوں نے بتلایا کہ مولانا کے اس طرح کے بیانات سے متاثر ہوکر بہت سے لوگوں نے کاروبار چھوڑ دیا، دکان ختم کردی، پورا گھر برباد ہوگیا، افسوس کی بات یہ ہے کہ مولانا کے اس نوع کے بیانات لاکھوں لوگوں کے مجمع میں ہوتے ہیں، نیز ان کے بیانات پر مشتمل کتاب ''کلمہ کی دعوت'' میں یہ باتیں چھپی ہوئی ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں چھپ چکی ہیں اور چھپ رہی ہیں اور برابر امت کو غلط پیغام پہنچ رہا ہے۔ پوری امت کی اور خصوصاً اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ اس کے سد باب کے کی مناسب اور مؤثر مستحکم تدبیریں اختیار کریں اور دین وشریعت کی اور پوری امت کی حفاظت فرمائیں۔

اسباب کے متعلق مولانا محمد سعد صاحب کی تقریروں کے چند اور اقتباسات

(ا) دعا اور اسباب کا کوئی جوڑ نہیں

مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی نے ارشاد فرمایا:

یہ غلط فہمی ہے کہ ہم اسباب بنائیں اور پھر اللہ کامیاب کرے۔ یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے سامنے اسباب بنا کر پیش کریں پھر دعا مانگیں کہ اے اللہ تو اس سبب میں کامیابی ڈال دے۔ اس لئے بہت ٹھنڈے دماغ سے سوچو کہ اللہ کے سامنے اسباب بنا کر دعائیں مانگنی ہے یا اعمال بنا کر پیش کر کے دعائیں مانگنی ہے۔

دعا اور اسباب کا کوئی جوڑ نہیں ہے، یقین والا اپنے اور اللہ کے درمیان اسباب نہیں رکھتا۔ (مقصد زندگی ص ۱۹۷ و ۱۹۸)

(۲) اسباب اختیار کرنا اور اس میں اللہ سے کامیابی کی دعا کرنا کیا قرآن وحدیث کے خلاف ہے؟

مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی نے ارشاد فرمایا:

یاد رکھو میرے دوستو! کہ اللہ کی قدرت اسباب میں نہیں اور حالات کا تعلق ہی اسباب سے نہیں ہے، تو جب نہ حالات کا تعلق اسباب سے ہے اور قدرت بھی اسباب میں نہیں ہے تو پھر ہماری ساری محنت بے کار ہے، کیوں بیکار ہے؟ اس لئے بیکار ہے کہ قدرت ہمارے خلاف ہے، قدرت اسباب بنانے والے کے ساتھ نہیں ہوتی کہ اسباب بنالے تو قدرت ساتھ ہوجائے گی، ہاں لوگ یہی کہتے ہیں کہ تم پہلے اسباب بناؤ پھر تم اللہ سے دعا مانگو، الٹی بات کرتے ہیں، اللہ کو نہ پہچاننے کی وجہ سے یہ بالکل الٹی بات کررہے ہیں۔ قرآن کے خلاف اور حدیث کے بھی خلاف ہے یہ بات کہ پہلے اسباب بناؤ پھر اللہ سے دعا مانگو، کیوں؟ کیوں کہ صحیح بات یہ ہے کہ تم اللہ سے مانگو۔ (کلمہ کی دعوت ص ۱۱، حصہ اول)

(۳) یہ بات ہرگز نہیں کہ اسباب اختیار کرو اور اللہ سے کامیابی کی دعا مانگو

اللہ کی قدرت اسباب کے ساتھ نہیں

مولانا نے اپنی تقریر میں ارشاد فرمایا :

اللہ کی قدرت اسباب کے ساتھ نہیں ہے کہ جیسے اس وقت اسباب بنا کر لوگ دعائیں مانگتے ہیں، تاجر کے ذہن میں یہ ہے کہ دکان بنانا میرے ذمہ ہے اس میں کامیابی اللہ دیں گے، زمینداروں کے ذہن میں یہ ہے کہ زمین بنانا میرے ذمہ ہے اس میں کامیابی اللہ دیں گے، ڈاکٹر کے ذہن میں یہ ہے کہ دوا دینا اور علاج کرنا میرے ذمہ ہے صحت اور شفا اللہ دیں گے۔

میرے دوستو! اللہ کے کامیاب کرنے کے ضابطے یہ اسباب نہیں ہیں۔ ان اسبابوں کو سوچا گیا ہے، بولا گیا ہے کہ اللہ نے اسباب بنائے ہیں، اب ان اسباب کو اختیار کر کے اللہ سے ان میں کامیابی مانگ لو نہیں، ہرگز نہیں، یہ راستہ نہیں ہے کامیابی کا، اللہ نے اپنے وعدے اسباب کے ساتھ نہیں کیے۔ اس لئے یہ بات نہیں ہے کہ اسباب بنانا ہمارا کام ہے اور اس میں کامیابی دینا اللہ کا کام، بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے حکم کو پورا کرنا ہمارے ذمّے اور کامیاب کرنا اللہ کے ذمّے ہے۔

(کلمہ کی دعوت ص ۱۷ و ۱۸ حصہ اوّل)

(۴) اسباب کے خلاف چلے بغیر یقین نہیں بنے گا

ذکر و نماز اور معمولات کی بے وقعتی

مولانا نے ارشاد فرمایا:

میرے دوستو! عزیزو! بزرگو! بات یہ ہے کہ اللہ کی قدرت سے فائدہ اٹھانے کا تعلق اعمال سے نہیں یقین سے ہے، تم لاکھ نمازیں پڑھو، لاکھ تہجد پڑھو، لاکھ تم تلاوت کرو، لاکھ تم صبح و شام کے اذکار پورے کرو، تم اللہ کے نام کی ضربیں لگاؤ، اگر اسباب کے خلاف نہیں چلو گے تو کبھی یقین نہیں بدلے گا، ہمیں تو اپنی دعوت کو لے کر ہر ہر شعبہ میں جانا ہے، اسباب کے خلاف بولنا پڑے گا تب کہیں جا کر یقین بدلے گا، اعمال سے یقین کبھی نہیں بدلا کرتا، یقین بدلے گا جب دعوت کی چوٹ پڑے گی اسباب پر۔ (کلمہ کی دعوت ص ۶۱، ج ۲)

تمام اللہ کے اوامر کے اسباب کے مقابلہ میں دنیا کے تمام اسباب کو ناکارہ قرار یقین کرتے ہوئے کام کرنے والے نہیں چل رہے ہیں تو یہ فرماتے تھے کہ یہ بڑے بڑے اعمال جہنم کی بڑی بڑی سزاؤں کا ذریعہ بنیں گے۔ (کلمہ کی دعوت، ص ۲۰)

(۵) اسباب کی بیڑیوں سے ایمان کی دعوت کے بغیر نہیں نکلا جاسکتا

مولانا نے ارشاد فرمایا:

یاد رکھنا میرے دوستو! اسباب اللہ کے غیر کی طرف لے جائیں گے اور لے جارہے ہیں۔ اسباب لے چلیں گے تجربات کی طرف اور تجربہ کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اللہ کے غیر سے تجربہ کیا ہوا ہے۔

میرے دوستو! یقین نہیں ہے اس لئے ہمارے اور اللہ کے درمیان یہ اسباب ایسی رکاوٹ بن گئے ہیں کہ ہمارے اعمال پر غالب آ گئے ہیں، اس اسباب کی بیڑیوں سے اور اس اسباب کے غلط یقین سے ایمان کی دعوت کے بغیر نہیں نکلا جاسکتا۔

(کلمہ کی دعوت ص ۳۷ حصہ اوّل)

(۶) امت اسباب کی پٹی آنکھوں پر باندھے ہوئے ہے

مولانا نے ارشاد فرمایا:

''آج امت اسباب کی پٹی آنکھوں پر باندھے ہوئے ہے، آج کام کرنے والے ساتھی خود تجربات ہی پر چل رہے ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ کام کرنے والوں ہی نے ابھی تک ایمان کے سیکھنے کی، ظاہر کے خلاف بولنے کی، ظاہر کے خلاف سوچنے کی، ظاہر کے خلاف چلنے کی نیت ہی نہیں کی ہے، بس اسباب، اسباب، اسباب'' (کلمہ کی دعوت ص ۱۴۱، حصہ اول)

مذکورہ باتوں کا علمی و تحقیقی جائزہ قرآن وحدیث کی روشنی میں

مولانا نے اپنے مذکورہ بیانات میں پوری وضاحت اور پوری قوت اور تکرار کے ساتھ یہ بات فرمائی ہے کہ:

''تم اسباب اختیار کرو اور اس میں کامیابی کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، یہ بات قرآن وحدیث کے خلاف ہے، یہ الٹی بات ہے کیونکہ اسباب اختیار کرنے والے کے ساتھ اللہ کی قدرت نہیں ہوتی............''

سوال یہ ہے کہ اگر یہ بات اور یہ طریقہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے، اور اگر یہ الٹی بات ہے تو پھر سیدھی بات کیا ہے جو قرآن وحدیث کے بھی مطابق ہو، مطلقاً اسباب نہ اختیار کرنا کیا یہ قرآن وحدیث کے مطابق اور سیدھی بات ہے؟ یا اسباب اختیار کر کے اللہ پر توکل نہ کرنا یہ سیدھی بات ہے؟ آخر کون سی بات سیدھی ہے۔ یہ دونوں باتیں تو یقیناً قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہیں، اب ایک ہی شکل باقی رہتی ہے کہ اسباب اختیار کرو اور اللہ پر توکل کرو۔ یہ بات قرآن وحدیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور علماء محققین کی تصریحات کے بالکل مطابق ہے، لیکن مولانا اسی کو الٹی بات اور قرآن وحدیث کے خلاف فرما رہے ہیں۔

قرآن تو کہہ رہا ہے وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ، کہ اللہ کے فضل یعنی اللہ کے رزق کو تلاش کرو، علامہ قرطبیؒ اس کے تحت فرماتے ہیں:

يَقُوْلُ اِذَافَرَ غْتُم مِنَ الصَّلَاةِ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ لِلتِّجَارَةِ. وَالتَّصَرُّفِ فِي حَوَائِجِكُمْ. (قرطبی ص ۱۷، ج ۱۸)

یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے جب تم نماز جمعہ سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں تجارت اور اپنی ضروریات پورا کرنے کی غرض سے پھیل جاؤ۔

علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: بیع وشراء کے حال میں بھی اللہ کے ذکر و دعا اور استغفار سے غافل مت ہو۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ أی حال بیعکم وشرائکم واخذکم وإعطائکم اذکرو الله ذکراً کثیرا.

(ابن کثیر ص ۳۶۷، ج ۴)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء.** (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۲۴۳)

سچے اور امانت دار تاجر کا حشر قیامت کے دن انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا، ایک روایت میں حلال روزی کمانے کو آپ نے فرض قرار دیا، ایک روایت میں آپ نے تجارت کے اوزان اور پیمانوں میں برکت کی دعا فرمائی۔ (مشکوٰۃ شریف)

حق تعالیٰ تو اپنے فضل یعنی رزق کو تلاش کرنے کا حکم دے رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تجارت کی ترغیب دی اور یہ دعا فرمائی، **اللهم بارک لنا فی مدّنا وصاعنا.** (طبرانی، مجمع الزوائد ص ۳۰۵، ج ۳)

کہ اے اللہ ہمارے مُدّ اور صاع میں برکت دیجئے۔

مُدّ اور صاع یہ وزن کے پیمانے ہیں جو تجارت میں استعمال ہوتے ہیں، آپ ان میں برکت کی دعا فرما رہے ہیں، آپ نے امت کو تجارت کی ترغیب کے ساتھ یہ دعا سکھلائی: **اللّٰهم بارک لنا فیما رزقتنا نصیبا.**

اے اللہ ہمارے رزق میں برکت دیجئے۔

علماء محققین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''**تسعة اعشار الرزق فی التجارة والعشر فی المواشی**'' (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ص۳۲۴، ج۳) سے یہ سمجھا ہے کہ دس میں سے نو حصے برکت اللہ نے تجارت میں رکھی ہے اور ایک حصہ جانوروں میں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اپنے رسالہ ''فضائل تجارت'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''جہاد کے بعد کمائی کا سب سے افضل طریقہ تجارت ہے اور اجارہ دینی کاموں کے لئے ہو تو وہ (یعنی تعلیم و تعلم، تبلیغ، افتاء وغیرہ خدمت کر کے تنخواہ لینا) تجارت سے بھی افضل ہے اس لئے کہ وہ واقعی دین کا کام ہے، میں اہل مدارس کو مشورہ دیتا ہوں کہ بغیر تنخواہ کے مدرس نہ رکھا جائے۔ (فضائل تجارت ص۵۲، ۵۸)

الغرض جب اللہ تعالیٰ نے تجارت میں برکت رکھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں برکت کی دعاء فرمائی اور امت کو بھی اس کی تلقین فرمائی ہے تو پھر اسباب دنیویہ تجارت، دکان وغیرہ اختیار کرنا اور اس میں اللہ سے برکت کی دعا کرنا قرآن وحدیث کے خلاف کیسے ہو جائے گا اور یہ الٹی بات کیسے ہو جائے گی اور اگر یہ الٹی بات ہے تو پھر سیدھی بات کون سی ہے؟

احادیث مبارکہ میں غور کرنے سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ دنیا دار الاسباب ہے، اس لئے یہاں تو اسباب اختیار کرنا ضروری ہے، ہم اس کے مکلّف بنائے گئے ہیں اور حکم شرعی یہی ہے کہ پہلے اسباب اختیار کرو اور اللہ پر توکل کرو، پہلے اسباب اختیار کرو اور اس کے ساتھ اللہ سے دعاء کرو، احادیث مبارکہ سے یہی ہدایت ملتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا اور امت کو بھی آپ نے اسی کی تعلیم دی ہے۔

صرف چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ **اعقلها واتوکل أو اطلقها واتوکل؟** یعنی میں اپنی سواری کو پہلے رسّی سے باندھوں اور اللہ پر بھروسہ کروں؟ یا بغیر باندھے چھوڑ دوں اور اللہ پر بھروسہ کروں؟

آپؐ نے فرمایا **اعقلها وتوکل**۔ پہلے رسّی سے باندھو پھر اللہ پر بھروسہ کرو۔ (ترمذی شریف ابواب صفة القیامة، حدیث ۲۶۳۶، ب۲۲)

(۲) ابوداؤد وابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ان کی بیوی حضرت زینبؓ کو رمد یعنی آشوب چشم (آنکھ دکھنے اور پانی بہنے) کی شکایت ہوگئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا اگر وہی طریقہ اختیار کرو جس کو اللہ کے نبی نے اختیار کیا تو بہتر ہوگا اور جلد شفا ہوگی۔ (دوا کے طور پر) آنکھوں میں پانی چھڑکو پھر اللہ سے دعاء کرو۔

تنضحين فی عينک الماء ثم تقولين اذهب البأس ربّ الناس، واشف انت الشافی الخ (ابوداؤد، الطب نبوی ص۱۱۳)

(۳) حاکم اور ابن السُّنی نے حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج کی انگلی میں پھنسی نکل آئی آپ نے ان سے دریافت فرمایا تمہارے پاس ذریرة (ایک خاص قسم کی خوشبو) ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا (دوا کے طور پر) وہ خوشبو پھنسی پر لگاؤ اور اللہ سے یہ دعا کرو۔ ایک دعاء کی آپ نے تعلیم دی۔

قالت دخل علیّ رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد خرج فی اصبعی بثرةٌ فقال: عندک ذریرة؟ قلت نعم، قال ضعيها عليها وقال قولی : اللهم مصغّر الكبير ومكبّر الصغير، صغِّر مابی. (حاکم ابن السنی، الطب نبوی ص۱۱۸)

(۴) سنن بیہقی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک بچھّو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں آپ کے ہاتھ میں ڈنک مار دیا، نماز سے فارغ ہو کر آپ نے علاج اور دوا کے طور پر پانی اور نمک لگا کر ایک پیالہ میں ڈالا پھر اس پانی کو بچھو کے ڈسے ہوئے مقام پر ڈالتے جاتے اور مسح کرتے جاتے اور حق تعالیٰ سے تعوذ کرتے جاتے یعنی سورۃ فلق وناس پڑھتے جاتے تھے۔

(مشکوٰۃ شریف، **کتاب الطب والرقی عن علی** ص۳۹۰)

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علاج کیا وہ دو چیزوں سے مرکب ہے علاج طبیعی، علاج الٰہی

(الطب النبوی ص ۱۸۶)

مذکورہ بالا احادیث میں غور کیجیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سبب کو اختیار فرمایا اور اس کے ساتھ ہی سبب اختیار کرنے کے بعد حق تعالیٰ سے دعاء کی، تعوذ فرمایا اور امت کو بھی آپ نے اسی بات کی تعلیم دی۔

(۵) دیگر انبیاء حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے یہاں بھی یہی تھا کہ اسباب اختیار کرو اور اس کے بعد قبولیت و برکت کی دعاء کرو۔ مثلاً اینٹ و پتھر سے تعمیر کرنا ایک سبب ہے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے پہلے خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور اس کی دیواروں کے قائم ہونے کے ساتھ حق تعالیٰ سے دعاء کی:

وَإِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا الآية

(۶) حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب موسم کا نیا پھل سامنے لایا جاتا آپ اس کو لیتے پھر برکت کی دعاء کرتے۔

فاذا أخذه قال اللهم بارک لنا فی ثمرنا. (مسلم، ترمذی، جمع الفوائد ص ۲۴۶، ۳۱۴ ج ۳)

(۷) بازار مارکیٹ سے خیر و برکت مطلوب ہوتی تو پہلے آپ بازار میں داخل ہوتے پھر خیر کی دعاء کرتے۔

عن بريدة قال كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا دخل السوق قال بسم الله الخ (بیہقی، مشکوٰۃ ص ۲۱۶)

(۸) عورت، غلام، باندی سے برکت اور نفع حاصل کرنا مقصود ہو تو پہلے عورت سے نکاح کرے، غلام باندی خریدے پھر اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر برکت کی دعاء کرے۔

إذا تزوج احدكم إمرأة أو اشترىٰ خادماً فليقل اللهم إنى أسئلک خيرها وفى رواية فى المرأة، والخادم ثم ليا خذ بنا صيتها وليدع بالبركة. (ابوداؤد، مشکوٰۃ، باب الدعوات فی الاوقات، ص ۲۱۵)

(۹) زوجین کو نکاح کی مبارک باد یعنی برکت کی دعاء دینا ہو تو عقد نکاح سے پہلے نہیں، پہلے نکاح اس کے بعد برکت کی دعاء یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے، **ان النبى صلى الله عليه وسلم اذا رفّا ء الانسان اذا تزوجه قال بارک الله.** (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۲۱۵)

(۱۰) اگر اولاد صالح مطلوب ہے تو شرعی طریقہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہی ہے کہ پہلے وہ سبب اختیار کرو جس کو شریعت نے مقرر کیا ہے یعنی نکاح کرو، بیوی سے ملاقات کرو اور یہ دعاء پڑھو، **اللهم لاتجعل للشيطان فيما رزقتنا نصيبا.** (حصن حصین، مسنون دعائیں ص ۳۰)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح تعلیمات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کسی بھی مقصد میں کامیابی اور خیر و برکت حاصل کرنے کا شرعی طریقہ یہی ہے کہ پہلے اس کے اسباب اختیار کیے جائیں اور اسباب اختیار کرنے کے ساتھ اللہ سے دعاء کی جائے، محض اسباب پر بھروسہ نہ کیا جائے بلکہ اللہ پر توکل اور اسی سے دعاء کی جائے کہ اس مقصد میں ہم کو کامیابی نصیب فرمائے۔ ہمارے تمام اکابرین علماء یہی فرماتے چلے آرہے ہیں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی ارشاد فرماتے ہیں:

(۱۱) دنیاوی کاموں کے اسباب ہیں کہ اولاد کی ضرورت ہے تو اس کے اسباب اختیار کرو اور پھر دعاء کرو۔ (ارشادات ص ۲۰)

نیز ارشاد فرماتے ہیں: ”جتنا کر سکتے ہوا تنا کر کے اللہ کے حوالہ کر دو پھر توکل کرو“ (ارشادات و مکتوبات ص ۲۴)

نیز ارشاد فرماتے ہیں: پہلے اسباب میں خوب کوشش کر لیوے اور اللہ پر بھروسہ کرے۔ (ارشادات و مکتوبات ص ۸۵)

ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں: اسباب نہ کرنے والا زندیق ہے اور پھر اسباب پر نظر رکھنے والا مشرک۔ (ارشادات و مکتوبات ۱۰۶)

(۱۲) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

”جس چیز کی ضرورت ہو خواہ وہ دنیا کا کام ہو یا دین کا اور خواہ اس میں اپنی بھی کوشش کرنا پڑے اور خواہ اپنی کوشش اور قابو سے باہر ہو سب

خدا تعالیٰ سے مانگا کرے، جیسے کوئی کھیتی یا سوداگری (تجارت) کرتا ہے تو محنت اور سامان بھی کرنا چاہئے مگر خدا تعالیٰ سے دعاء بھی مانگنا چاہئے کہ اے اللہ اس میں برکت عطا فرما اور نقصان سے بچا۔

یا کوئی دشمن ستائے خواہ دنیا کا دشمن، خواہ دین کا دشمن تو اس سے بچنے کی تدبیر بھی کرنی چاہئے خواہ وہ تدبیر اپنے قابو کی ہو، خواہ حاکم سے مدد لینی پڑے مگر اس تدبیر کے ساتھ خدا تعالیٰ سے دعاء کرنی چاہئے کہ دشمن کو زیر کردے۔

اور اگر کوئی بیمار ہو تو دوا بھی کرنا چاہئے مگر خدا تعالیٰ سے دعاء بھی مانگنی چاہئے کہ اے اللہ اس بیماری کو کھول دے۔ (یعنی شفا دے) الخ۔

(حیاۃ المسلمین روح ششم ص ۴۹)

نہایت قابل غور اور قابل تعجب بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے واضح ارشادات اور اکابر علماء کی اس قدر واضح تصریحات جس میں صاف طور سے ہدایت کی گئی ہے کہ اسباب اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعاء کرو، اس کے باوجود حضرت مولانا سعد صاحب کیسے اتنی جرأت اور بے باکی کے ساتھ یہ بات فرمارہے ہیں کہ:

''لوگ یہی کہتے ہیں کہ تم پہلے اسباب بناؤ پھر تم اللہ سے دعاء مانگو! الٹی بات کرتے ہیں، قرآن کے خلاف اور حدیث کے بھی خلاف ہے یہ بات کہ پہلے تم اسباب بناؤ پھر اللہ سے دعاء مانگو۔ (کلمہ کی دعوت ص ۱۱، اول)

سوال یہ ہے کہ یہ بات کہ اسباب اختیار کرو اور اللہ سے دعاء مانگو قرآن کی کون سی آیت اور کون سی حدیث کے خلاف ہے؟ اگر یہ الٹی بات ہے تو سیدھی بات کون سی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ماقبل میں گذر چکی ہیں ان سب میں اللہ کے رسول نے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا اور خود بھی اختیار فرمایا، مولانا کا مذکورہ بالا فرمان واقعہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے قطعاً خلاف اور بالکل غلط ہے، ایسے مضامین کا بیان کرنا، چھاپنا، خریدنا بھی جائز نہیں، ایسا بیان کرنے والے پر اور اس نوع کے بیانوں پر سخت پابندی عائد کرنا ضروری ہے اور جو کچھ بیان کیا جا چکا اس کے تدارک وتلافی کی تدبیر کرنا بھی ضروری ہے۔

افسوس صد افسوس! کہ یہ اور اس طرح کی دسیوں نہیں پچاسوں باتیں کتابوں میں طبع ہیں، موبائلوں میں محفوظ ہیں، لاکھوں کے مجمع میں بیان ہوئی ہیں اور لوگ ان باتوں کو سنتے اور قبول کر لیتے ہیں۔ کس قدر دین کی غلط ترجمانی اور امت کی غلط رہنمائی ہورہی ہے، اور اب بھی یہ کتابیں برسہا برس سے ہزار ہا ہزار چھپ رہی ہیں اور لوگ ان کو پڑھ رہے ہیں، تمام علماء جو اس کام سے اور مرکز نظام الدین سے منسلک ہوں یا اس کے علاوہ ہوں سب پر مجموعی طور پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ پورے طور پر اس کا سد باب کرنے کی جلد از جلد کوشش کریں اور جو ہو چکا اس کے تدارک کی فکر کریں۔

کیا واقعی اللہ تعالیٰ کی قدرت اسباب میں نہیں؟

مولانا نے اپنے سابقہ بیانوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

اللہ کی قدرت اسباب میں نہیں ہے، اسباب کے خلاف نہیں چلو گے کبھی یقین نہیں بدلے گا، قدرت اسباب بنانے والے کے ساتھ نہیں ہوتی، دعاء اور اسباب کا کوئی جوڑ نہیں، اسباب ایمان کی ترقی میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں، اسباب کی بیڑیوں اور اسباب کی پٹیوں کو اتارے بغیر ایمان ویقین نہیں بن سکتا، ایمان بنانے کے لئے اسباب کے خلاف ظاہر کے خلاف سوچنے، بولنے، چلنے کے بغیر ایمان نہیں بن سکتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح کی مولانا کی باتوں کو کہاں تک جمع کیا جائے اور کہاں تک ان باتوں کا قرآن وحدیث کے خلاف ہونا لکھا جائے نمونہ کے لیے اتنا بہت کافی ہے۔ مولانا کے بیان کردہ یہ جملے بہت قابل توجہ وقابل اصلاح ہیں۔

اللہ کی قدرت اسباب کے ساتھ نہ ہونے کا آخر مطلب کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے اسباب میں تاثیر نہیں رکھی؟ اللہ کی قدرت اور مشیت ہی سے تو اسباب مؤثر ہوتے ہیں، تجارت ایک سبب ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت ہی سے تو اس میں برکت رکھی ہے، زراعت، کھیتی ایک سبب ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی سے تو اس میں غلہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اَفَرَأَیْتُمْ مَا تَحْرُثُوْنَ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُوْنَ. (واقعہ پ ۲۷)

مرد و عورت کا اختلاط ایک سبب ہے لیکن اللہ کی قدرت ہی سے تو بچہ پیدا ہوتا ہے۔

اَفَرَأَیْتُمْ مَاتُمْنُوْنَ أَأَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ. (واقعہ پ ۲۷)

علاج معالجہ ایک سبب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اختیار فرمایا اور امت کو بھی اس کی ہدایت کی اس میں شفاء اللہ کی قدرت ہی سے تو ہوتی ہے، یہ تو مشاہدہ اور بداہت ہے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ پھر کیوں کر یہ بات صحیح ہوسکتی ہے کہ اللہ کی قدرت اسباب میں نہیں ہے، اگر اسباب میں اللہ کی قدرت نہیں ہے اور اسباب مؤثر بھی ہو رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ کہ اللہ کی قدرت کے بغیر بذات خود یہ اسباب مؤثر ہیں یہ تو عقیدہ کفر یہ ہے کہ اللہ کی قدرت کے بغیر اسباب مؤثر ہو جائیں۔ یہ جملہ کسی طرح قابل قبول نہیں کہ اس کی قدرت اسباب میں نہیں، اس سے تو اللہ کی قدرت کا انکار لازم آتا ہے۔ اور یہ بات قرآن وحدیث کے قطعی خلاف ہے۔

پھر یہ کہ قدرت اسباب بنانے والے کے ساتھ نہیں ہوتی اس کا کیا مطلب؟ اللہ اور اس کے رسول نے خود ہی اسباب کے اختیار کرنے کا حکم دیا ہے پھر کیوں کر اس کی قدرت اور برکت اسباب اختیار کرنے والے کے ساتھ نہ ہوگی؟

دعاء اور اسباب کا کوئی جوڑ نہیں، کیسے جوڑ نہیں، احادیث مبارکہ بھری پڑی ہیں کچھ ماقبل بھی گذریں اور علماء کی واضح تصریحات بھی ہیں جن سے واضح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ اسباب اور دعاء کا جوڑ لازمی وضروری اور عین ایمان ہے، اسباب اختیار کرو اور دعاء کرو، صرف اسباب پر اکتفا نہ کرو یہی تو شریعت کا حکم ہے، یہ بات تو احادیث مبارکہ اور علماء کی گذشتہ تصریحات کے بالکل خلاف ہے کہ دعاء اور اسباب کا کوئی جوڑ نہیں۔

اور مولانا کا یہ کہنا کہ:

''اسباب کی بیڑی اور اسباب کی پٹّی سے نکلنا ضروری ہے اور اس سے نہیں نکلا جاسکتا، ظاہر کے خلاف اور اسباب کے خلاف سوچے اور بولے اور چلے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا''

یہ بات بھی کتاب وسنت اور فقہاء اسلام کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کامل ایمان والوں یعنی صحابہؓ کو اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا اور صحابہؓ جیسے کامل ایمان والوں نے اسباب کو اختیار کیا، فقہاء اسلام نے تو بعض اسباب کے اختیار کرنے کو فرض قرار دیا، علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اسباب اختیار کیے بغیر توحید کامل نہیں ہوسکتی (جیسا کہ ماقبل میں گذرا) حضرت مولانا محمد الیاسؒ فرماتے ہیں کہ اسباب نہ اختیار کرنے والا یعنی اسباب کا انکار کرنے والا زندیق ہے۔ پھر آخر اسباب کا انکار کیوں کر کیا جاسکتا ہے اور کیوں کر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اسباب کے خلاف سوچے بولے، چلے بغیر ایمان نہیں بن سکتا۔

افسوس مولانا کی مذکورہ باتیں قرآن وحدیث اور علماء محققین کی تصریحات کے بالکل خلاف ہیں کیونکہ اسلاف تو قرآن وحدیث کی روشنی میں فرما رہے ہیں کہ اسباب اختیار کیے بغیر ایمان کامل نہ ہوگا اور مولانا فرما رہے ہیں اسباب کے خلاف چلے بغیر ایمان کی حقیقت نصیب نہ ہوگی۔ اسباب اوندھے برتن ہیں، تو کیا شریعت نے امت کو اوندھے برتن اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

مولانا نے اپنے بیان میں اس کی بھی ہدایت کی ہے کہ اسباب کے خلاف اتنا بولو کہ لوگ تم کو پاگل کہنے لگیں، مولانا کی دلیل یہ ہے کہ انبیاء ورسل کو اسباب کے خلاف بولنے کی وجہ سے پاگل کہا گیا۔ (کلمہ کی دعوت ص ۶۲)

یہ بات بھی سو فیصد غلط ہے کہ اسباب کے خلاف بولنے کی وجہ سے انبیاء ورسل کو پاگل کہا گیا، اس کی تفصیل اللہ کی توفیق سے ان شاء اللہ ہم آئندہ عرض کریں گے، باقی یہ بات کہ اسباب کے خلاف اتنا بولو کہ لوگ تم کو پاگل کہنے لگیں واقعی اس کی جرأت ہر ایک نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ ہر فتنہ سے پوری امت کی حفاظت فرمائے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اسباب کے تعلق سے غلو آمیز جتنی باتیں مولانا بیان فرما چکے ہیں جن کا ذکر ماقبل میں کیا گیا، وہ سب کتاب وسنت اور

مسلک جمہور اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے، ان باتوں اور ایسے بیانات سے امت کو یقیناً غلط پیغام پہنچ رہا ہے اس لئے اس کا سدّ باب ضروری ہے، مولانا کو اپنے اس نوع کے بیانات سے توبہ اور آئندہ کے لئے احتیاط کرنا ضروری ہے، اور اپنے سابقہ اقرار ورجوع ناموں کے پیش نظر اسباب کے سلسلہ میں بھی مولانا کو مسلک جمہور اور علمائے دیوبند کی بیان کردہ تفصیلات کے دائرہ میں رہ کر ہی بات کرنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ اُن کو اس کی توفیق نصیب فرمائے۔

محمد زید مظاہری ندوی
استاذ حدیث وفقہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۳؍رجب ۱۴۳۸ھ

نـــوٹ: اسباب واعمال کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی کلام نیز اس موضوع سے متعلق حضرت تھانویؒ کا کلام احقر نے ''اسباب واعمال اور تدبیر وتوکل کا شرعی درجہ'' نامی کتاب میں جمع کیا ہے، شائقین حضرات اس مسئلہ سے متعلق مزید تفصیل اس کتاب میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔